دین تو وح کیوں نہیں! جناب مولانا وحید الدین خان۔ ناشر: رباط العلوم الاسلامیہ۔ ۲۶۸۔ عالمگیر روڈ، کراچی۔

بڑے ذہین مولانا ہیں۔ ادبی طرز بیان کے ذریعے ابلاغ کی مہارت رکھتے ہیں۔ اپنے سوا شاید ہر ایک سے اختلاف رکھتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ موجودہ زمانہ میں اسلام کی عجیب قسمیں دکھائی دیتی ہیں۔ مگر "اسلام نظر نہیں آتا"۔ اور "حقیقی اسلام کا کہیں وجود نہیں"۔ یہ بیماری ہمارے ان اتنی عام ہے کہ ہر اہم فرد اور ادارہ اور گروہ جو اسلام کے لیے کام کرتا ہے وہ یہی کہتا ہے کہ اسلام کہیں نہیں ملتا ـــــ اور اس کے آگے ڈیش پورا کر لیجیے کہ "صرف اپنے اں ملتا ہے"۔ اس بیماری نے مسلمانوں سے متحد ہونے کی صفت سلب کر لی ہے۔

فرمایا کہ "قوم کے اندر بگاڑ انکارِ دین کے نام پر نہیں آتا، بلکہ اقرارِ دین کے جلو میں آتا ہے"۔ وہ فرماتے ہیں کہ "کتاب اللہ کے بجائے کتاب الامانی (من گھڑت تصورات) ان کے دین کا ماخذ بنی ہوئی ہے"۔ ٹھیک تو ہے۔ مگر اس کو ملدل سے بچا کر نکالا کیسے جا سکتا ہے۔ تعبیرِ دین کے حوالے سے من گھڑت باتوں کی خاصی تفصیل ہے جو مفید مطالعہ ہے۔

گمراہوں کی ایک قسم یہ بھی بتائی ہے کہ:

"یہی صورت ان لوگوں کے ساتھ پیش آئی کہ جو دین کو اسٹیٹ کے ہم معنی سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے ذہن کی وجہ سے دین کو ایک ریاستی نظام کے روپ میں دیکھنے لگے ہیں۔ دین ان کے لیے حکومتی اُمور کا موضوع ہے، نہ کہ حقیقۃً ذاتی اصلاح کا موضوع!"

اب سوال یہ ہے کہ ایک تو جناب والا ہر بحث اور موضوع میں اس خاص گروہ کو ایک جنگلے میں بند کر کے خوب چابک مارتے ہیں۔ پھر تبلیغِ دین شروع کر دیتے ہیں۔ جس سے پچھلا گناہ معاف ہو جاتا ہے۔

میں ان دانشور اور ادیب اور عالم اور صوفی مولانا سے یہ پوچھتا ہوں کہ آپ جانتے ہیں کہ جن لوگوں کو آپ نشانۂ نوکِ قلم و نوکِ زبان بنا رہے ہیں ان کے جمع کردہ اور تیار کردہ بیشتر افراد زیادہ سے زیادہ پہلوؤں میں مومن، عبادت گذار، معاملات کے دیانت دار اور دعوتِ حق کو پھیلانے کے لیے حسنِ گفتار سے کام لینے والے ہیں۔ ہاں دعوت کے رو سے وہ یہ بتاتے ہیں کہ اسلام

مقید و محکوم رہنے کے لیے نہیں، محرابوں اور منبروں سے باہر کا سارا میدان تگ و تاز بھی اس کا ہونا چاہیے، وہ کشمکش پیدا کرنے نہیں آیا، شاہد اور مجاہد پیدا کرنے آیا ہے، اس کے لیے تسبیحیں کافی نہیں، وہ اپنے قوانین کا نفاذ بھی چاہتا ہے۔ اس کے لیے ایسے لوگ ہی سرمایۂ اطمینان نہیں جو ایک طرف لوگوں کو کلمہ پڑھائیں اور درود سے کریں۔ اور دوسری طرف سودی بنکوں سے سود بھی حاصل کریں، پردے کے بھی پرخچے اُڑائیں، اسمگلنگ کو بھی روا رکھیں اور بھی جو چاہیں کریں، کلمہ سیدھا ہونا چاہیے۔

کوئی ان کو یہ بتاتا کہ یہ اسلام جو چاروں سے طرف سے زنجیروں میں بندھا پڑا ہے ــــ کچھ دشمنوں کی زنجیریں جو ہمارے اختیارات سے باہر ہیں، اور کچھ وہ زنجیریں جو خود ہم نے پہنا رکھی ہیں ــ وہ زخمی ہے، کراہ رہا ہے۔ اسے تفرقہ بازوں اور اختلافی نقطے چھانٹنے والوں نے کچو کے دے دے کر بے حال کر رکھا ہے۔ اور پھر بتاتا کہ اصلاً یہ حکومتوں کا مالک ہے، اس کے سر پہ تاج ہونا چاہیے، اس کے پاؤں تخت پہ ہونے چاہئیں، اس کا سکہ رواں ہونا چاہیے ـــ اور اس کے لیے ہمیں اوّلاً اپنی اصلاح کرنی ہے۔ معاشرے کی تعمیر نو کا لمبا کام دھیرے دھیرے کرنا ہے، دنیا میں علمی و تحقیقی ذرائع سے اپنے حق میں رائے پیدا کرنی ہے، پھر کہیں جا کر ایک امکان پیدا ہو گا کہ حالات مختلف اطراف سے سازگار ہوں تو زخمی اسلام کی مرہم پٹی کر کے اور اس کی زنجیریں کھول کر اسے اٹھا کھڑا کیا جائے اور وہ اپنے مقامِ برتر کی طرف مارچ کرے۔ مولانا! آپ سے کس نے کہا کہ دین کا جامع اور بلند تصور رکھنے والے مٹھوڑے سے لوگ جو پائے جاتے ہیں وہ اپنی ذات سے اسلام کو دور رکھتے ہیں اور تلواریں لے کر دوسروں کے سروں پر جا کھڑے ہوتے ہیں کہ پڑھو کلمہ؟ حضرتِ مہربان! وہ کسی دین و اعتقاد کے ریاست کی سطح تک پہنچنے کے طویل عمل کو بھی جانتے ہیں اور اس سلسلے میں سب سے پہلی ضرورت یہی تسلیم کرتے ہیں کہ انہیں خود اپنے آوپر اور اپنے گھر والوں پہ اسلام کو نافذ کرنا ہے۔

یاد رکھیے کہ دین نام ہے انسان کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر خدا کی غلامی میں لانے کا!

آپ ذرا اپنے معتوب خادمانِ اسلام کی مشکل کا اندازہ اس لحاظ سے بھی کریں کہ ان کو زجر و توبیخ کرنے والے، طنز و تضحیک سے کام لینے والے اور کھلی کھلی مزاحمتوں اور مخالفتوں کی